اختلاف کی قسمیں اور اس کے تئیں ہمارا موقف

www.ahlulathar.net

شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ کہتے ہیں:

اختلاف کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: دین میں اختلاف، جیسے عبادت اور عقیدے میں اختلاف[1]۔ تو ایسا اختلاف مذموم اور حرام ہے کیونکہ دین میں اجتہاد اور رائے کی گنجائش نہیں۔ بلکہ دین اور عقیدہ توقیفی[2] ہے جس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں۔ ہم پر یہ واجب ہے کہ ہم دینی اور عقیدے کے امور میں اللہ کی اتاری ہوئی شریعت کو مضبوطی سے پکڑ لیں اور اس میں اپنی رائے اور اجتہاد سے مداخلت نہ کریں۔ اسی طرح عبادتیں توقیفی ہوتی ہیں۔ جس کی دلیل ہمارے پاس آجائے ہم اس پر عمل کر لیتے ہیں اور جس پر دلیل نہیں تو وہ بدعت ہے اور ہمارے لئے اسے چھوڑ دینا واجب ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

مَن أحدَثَ فِي أَمرِنَا هذا مَا لَيسَ مِنهُ فَهُوَ رَد

جس نے ہمارے اس امر (دین) میں کوئی نئی چیز نکالی جو اس میں نہ تھی تو وہ مردود ہے۔ (بخاری و مسلم)

---

[1] عبادت میں اختلاف جیسے ان عبادتوں کو کرنا جو نبی ﷺ کے طریقے پر نہ ہو مثلاً مرنے کے بعد قرآن خوانی کرنا، عید میلاد النبی اور کونڈا وغیرہ منانا اور عقیدے میں اختلاف جیسے گمراہ فرقے کے عقیدے مثلاً جہمیہ، معتزلہ، شیعہ، ماتریدیہ یا اشاعرہ وغیرہ کے عقیدے اختیار کر کے اختلاف کرنا جس پر نہ نبی ﷺ تھے اور نہ ہی آپ ﷺ کے صحابہ تھے بلکہ یہ تمام چیزیں بدعت اور گمراہی ہے۔

[2] توقیفی سے مراد اس میں توقف کیا جائے گا، یعنی رکا جائے گا اور بغیر کتاب وسنت کی دلیل کے اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ عقیدے اور عبادات کے امور توقیفی ہیں جس میں عقل، رائے یا قیاس سے باتیں کرنا بدعت اور گمراہی کا دروازہ کھولنا ہے۔

اور حدیث میں ہے: وَ إِيَّاكُم وَ مُحدثَاتِ الأُمور فإنَّ كُل محدثةٍ بِدعة و كل بدعةٍ ضَلالة و كل ضلالةٍ فِي النَّارِ . اور دین میں نئی چیزیں نکالنے سے بچنا کیونکہ ہر نئی چیز (دین میں) بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں ہے۔(اسے نسائی نے اسی طرح روایت کیا ہے۔مزید دیکھیں: ابوداؤد: ۴۶۰۷، ابن ماجہ: ۴۲، ترمذی: ۲۶۸۱)۔تو عقیدے اور عبادت اور عمومی طور پر دین کے معاملات میں اختلاف کی ہرگز گنجائش نہیں ہے بلکہ ہم ان میں کتاب وسنت کے نصوص اور جس پر سلف صالحین تھے اس کی پیروی کرتے ہیں۔

<u>دوسری قسم</u>: ایسا اختلاف جس میں رائے کی گنجائش ہے یا جن فقہی مسائل میں اجتہاد کی اجازت ہے، اور ان مسائل میں (شرعی) دلائل سے شرعی حکم استنباط کیا جاسکتا ہے۔تو ایسے میں اختلاف ہو جاتا ہے کیونکہ لوگوں کی سمجھ نصوص سے مسائل کے استنباط میں مختلف ہوتی ہیں، اور جن مسائل پر اجماع ہو چکا ہے وہ بھی محصور ہو چکے ہیں جن کی مخالفت جائز نہیں۔لیکن جن اجتہادی مسائل پر اجماع نہیں ہوا ہے اور اس میں اجتہاد کی گنجائش ہے تو اللہ جل وعلا نے ہر عالم کو اسے وہ خاص فہم اور سمجھ دی ہے جس سے وہ نصوص کی مدد سے (مسئلے کا حل) نکال سکتا ہے اور ان مسائل میں اجتہاد مشروع ہے۔رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بھی اجتہاد ہوا جیسا کہ معلوم ہے۔تو ایسا اختلاف اجتہاد میں ہے نہ کہ عقیدے یا دین میں اختلاف ہے بلکہ یہ فقہی مسائل میں اختلاف ہے۔نبی ﷺ کے عہد میں بھی لوگ اجتہاد کرتے تھے اور ان میں اختلاف ہوتا تھا[۳]۔

۳۔ ایسے فقہی مسائل جن میں صریح نصوص نہ ہو یا نصوص میں احتمال ہونے کی وجہ سے دو یا دو سے زیادہ رائے ہو جائے تو ایسی صورت میں اجتہاد کرنے والے مجتہدین پر ملامت نہیں کی جاتی جیسا کہ صحابہ کے مابین جنگ احزاب کے بعد واقع ہوا۔ اللہ کے نبی ﷺ نے انہیں بنو قریظہ کی طرف یہ کہہ کر بھیجا: لا يصلين أحد العصر إلا في بني قريظة کوئی شخص بنو قریظہ میں پہنچنے سے پہلے عصر نہ پڑھے۔لیکن جب عصر کا وقت آیا تو بعض صحابہ نے راستے میں ہی نماز پڑھ لی اور بعض نے کہا کہ نہیں ہم بنو قریظہ میں ہی پڑھیں گے۔صحابہ نے اس پر ایک دوسرے کو ملامت نہیں کی اور نہ ہی نبی ﷺ نے کسی ایک گروہ پر نکیر کی۔(دیکھئے صحیح البخاری: ۹۴۶)

اس قسم کے اجتہاد کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: جس میں دو مختلف (رائے رکھنے والوں میں سے) ایک قسم کے لوگوں کے حق میں دلیل ظاہر ہو جائے، تو اس قول کو لینا واجب ہو جائے گا جس کے پاس دلیل ہے اور جس پر دلیل نہیں ہے اسے چھور دینا چاہیے۔ تو فقہاء کے مختلف اقوال کو دلیل پر پیش کیا جائے گا۔ پس جو قول دلیل کے مطابق ہو اسے لینا اور جو اس کے مخالف ہے اسے چھوڑ دینا واجب ہے۔ اور ایسے مجتہد کے لئے واجب ہے جو (اجتہاد کے باوجود) حق تک نہیں پہنچ سکا کہ وہ حق کی طرف رجوع کر لے اور اس کے لئے اپنے غلط اجتہاد پر باقی رہنا جائز نہیں، اور نہ ہی ہمارے لئے جائز ہے کہ ہم اس کے غلط اجتہاد کہ پیروی کرتے رہیں۔ اور ائمہ نے ہمیں اسی چیز کی وصیت کی ہے اور وہ کہتے تھے: ہمارے اقوال کو کتاب وسنت پر پیش کرو۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ کی حدیث آجائے تو وہ ہمارے سر آنکھوں پر، اور جب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ سے کوئی بات آجائے تو وہ ہمارے سر آنکھوں پر اور جب تابعین سے کوئی بات آجائے تو وہ بھی انسان تھے اور ہم بھی انسان ہیں۔ یہ امام ابو حنیفہ کا کلام ہے جو ائمہ اربعہ میں سب سے پہلے تھے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: ہم سب کی باتیں لی اور واپس لوٹائی بھی جاسکتی ہیں سوائے اس قبر والے کے! یعنی: رسول اللہ ﷺ کے۔ اور وہ رحمہ اللہ کہتے تھے: جب بھی ہمارے پاس کوئی شخص آتا ہے جو جدال و بحث میں بڑھ چڑھ کر ہوتا ہے تو ہم اسے چھوڑتے ہیں اس چیز سے جسے لے کر جبریل محمد ﷺ پر آئے۔ یہ ہے امام مالک رحمہ اللہ کا کلام۔ اور وہ رحمہ اللہ کہتے تھے: اس امت کے آخری لوگوں کی اصلاح تب تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ اسے اس کے پہلے لوگوں کی طرح نہ کریں۔ کتاب وسنت۔ یہ امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: مسلمانوں کا اجماع ہے اس بات پر کہ جس کے لئے رسول اللہ ﷺ کی سنت واضح ہو گئی اس کے لئے نہیں ہے کہ وہ اس سنت کو کسی کے قول کی وجہ سے چھوڑ دے۔ اور انہوں نے کہا: جب میرا قول رسول

اللہ ﷺ کے قول کے مخالف ہو جائے تو میرے قول کو دیوار پر دے مارو۔ اور وہ رحمہ اللہ کہتے تھے: جب صحیح حدیث آ جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ یہ امام شافعی رحمہ اللہ کی باتیں ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے کہا: تعجب ہے مجھے ایسے لوگوں پر جو اسناد اور اس کی صحت کو بھی جانتے ہیں اور (پھر) وہ سفیان کی رائے کی طرف جا رہے ہیں! اور اللہ تعالیٰ کا تو فرمان ہے: **فليحذر الذين يخالفون عن أمره أن تصيبهم فتنة أو يصيبهم عذاب أليم** (جو لوگ حکمِ رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیئے کہ کہیں ان پر کوئی فتنہ (زبردست آفت) نہ آ پڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔ (سورۃ النور: ۶۳) تم جانتے ہو فتنہ کیا ہے؟ فتنہ شرک ہے! ہو سکتا ہے کہ اس کا رسول ﷺ کے بعض قول کو رد کرنے سے اس کے دل میں کجی آ جائے جس سے وہ ہلاک ہو جائے۔

تو یہ ہیں ائمہ مجتہدین کے اقوال، جنہوں نے علم اور اجتہاد کی اہلیت ہوتے ہوئے اجتہاد کیا لیکن اس کے باوجود انہوں نے اپنے لئے عصمت کا دعویٰ نہیں کیا، بلکہ انہوں نے وصیت کی کہ ان کے وہ اقوال لیں جو دلیل کے موافق ہو۔ تو حنبلی پر واجب ہے کہ اگر وہ (کسی مسئلے میں) یہ دیکھے کہ دلیل شافعی کے پاس ہے تو وہ شافعی کا قول لے لے۔ اور شافعی پر واجب ہے کہ اگر وہ دلیل (کسی مسئلے میں) حنفی کے پاس دیکھے تو حنفی کے قول کو لے لے۔ اور (اسی طرح) مالکی جب دیکھے کہ دلیل حنبلی کے پاس ہے تو وہ حنبلی کے قول کو لے لے، کیونکہ اصل مقصد دلیل کی اتباع ہے نہ کہ فلاں اور فلاں کے قول کو لینا۔ تو وہ اپنے ائمہ کے لئے تعصب نہیں کرتے تھے بلکہ وہ صرف دلیل کے لئے تعصب کرتے تھے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور امام ابن القیم اور امام محمد بن عبدالوھاب یہ تمام اسی بات کا حکم دیتے تھے اور کہتے تھے: علماء کے اقوال کو دیکھو! اس کو لے لو جس پر دلیل ہو۔

اس تعلق سے ان کے کلام ان کی کتابوں سے معلوم ہیں۔ یہ ہے اہلِ سنت والجماعت کا مذہب۔ تعصب مت کرو! لیکن اس کا معنی یہ بھی نہیں کہ ہم ان کے مذاہب کو کنارے کر دیں اور چھوڑ دیں! بلکہ ہم ان مذاہب سے اور ائمہ کے فقہ

سے استفادہ کرتے ہیں کیونکہ یہ عظیم خزانے ہیں مگر ہم دلیل کی اتباع کرتے ہیں۔ جس کے پاس دلیل ہے ہم اس کے قول کو لے لیتے ہیں، یہ واجب ہے۔

جو دلیل نہیں جانتا ہے وہ اہلِ علم سے سوال کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

(پس اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ علم سے دریافت کرلو) (سورۃ النحل: ۴۳)

کیونکہ تم ذمے داری سے بری ہونا چاہتے ہو۔ تو اگر تمہیں پتا ہے تو الحمد للہ، دلیل سے لے لو اور اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہلِ علم سے پوچھ لو۔ یہ ہے واجب۔

فقہی اجتہاد کی دوسری قسم وہ ہے جس میں کسی بھی قول پر (واضح) دلیل ظاہر نہیں ہے۔ بلکہ دونوں اقوال میں احتمال ہے۔ تو ایسے اجتہادی مسائل میں (ایک دوسرے پر) انکار نہیں کیا جائے گا جب تک کہ دلیل کی روشنی میں کسی قول کو ترجیح نہیں ملتی۔ تو اس شخص پر جو ان اقوال میں سے کسی قول کو اختیار کرتا ہے اس پر انکار و نکیر نہیں کی جائے گی اس شرط پر کہ اس کے اندر تعصب یا خواہش پرستی نہ ہو بلکہ اس کا مقصد حق تک پہنچنا ہو۔ اسی لئے حنبلی شافعی پر اور شافعی مالکی پر انکار نہیں کریں۔ ائمہ اربعہ اور ان کے متبعین زمانے سے ایک دوسرے کے بھائی رہے، وللہ الحمد۔ ان کے مابین دشمنی اور جھگڑے نہیں ہوئے، اور اگر ایسا کچھ ہوا بھی تو یہ چند متعصب قسم کے لوگوں سے ہوا جن کا کوئی اعتبار نہیں۔ لیکن ان چاروں مذاہب کے جمہور، تو الحمد للہ ان کے مابین نہ دشمنی ہے اور نہ ہی جھگڑا اور تفرقہ ہے۔ یہ آپس میں شادی بھی کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے پیچھے نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور سلام بھی کرتے ہیں۔ یہ آپس میں بھائی چارگی بھی رکھتے ہیں اس کے باوجود کہ ان میں بعض اجتہادی مسائل میں اختلاف بھی ہوا جن میں احتمال تھا اور ایک دوسرے کے اقوال پر (دلیل کی روشنی میں) رجحان بھی ظاہر نہیں تھا۔ اسی لئے یہ مشہور بات کہی گئی: اجتہادی مسائل میں انکار نہیں۔

تو اگر کسی ملک کے لوگ ان اجتہادی اقوال میں جن میں (دلیل سے) مخالفت یا تعارض ظاہر نہیں، کسی ایک قول پر یا مختلف فقہی رائے میں سے کسی ایک رائے پر جمع ہیں، تو کسی کے لئے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ اس اجتماعیت میں تفرقہ ڈالے، بلکہ اسے چاہیے کہ وہ اس میں موافقت کرے اور اختلاف نہ کرے۔

مصدر: شرح مسائل الجاہلیہ از شیخ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ؛ ص ۱۴۱تا۴۶

ترجمہ اور حاشیہ: ابو مریم اعجاز احمد